

چوٹ

کوئی دو ماہ قبل، گھر کی بیسمنٹ میں بڑے آرام سے جا رہا تھا۔ روزانہ ان گنت بار ان سیڑھیوں پر چڑھنے اور اترنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کبھی کسی طرح کا مسئلہ نہیں پیش آیا۔ مگر اس دن توقع سے بالکل برعکس پیر پھسلا، اور میں بڑی شدت سے پختہ فرش پر گر گیا۔ دراصل ایک زینے پر پوری طرح پیر جما نہیں پایا۔ میرا بایاں گھٹنا زور سے زمین پر لگے ہوئے پتھر سے ٹکرایا۔ اس وقت تو مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔ کمرے میں جا کر سو گیا۔ صبح اٹھا تو گھٹنے میں شدید تکلیف تھی۔ ڈاکٹر ہوں۔ بڑے آرام سے چوٹ کو دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ پہچان ہی نہیں پایا کہ یہ میرے ہی جسم کا کوئی حصہ ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ پورا گھٹنہ بھر پور طریقے سے سوچ چکا تھا۔ اسے ناپا تو وہ اپنے نارمل حجم سے تین گنا بڑا ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹانگ اور متاثرہ حصے کا رنگ بھی تبدیل تھا۔ جلد کے نیچے مکمل طور پر سرخ خون جمع تھا۔ بستر سے اٹھنے کی کوشش کی تو بانیں گھٹنے پر وزن نہ پڑ سکا۔ حد درجہ پریشان کن صورت حال تھی۔ گھر میں اکیلا تھا۔ کیونکہ اہل خانہ ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔ بڑے بیٹے کے پاس۔ اس کا اصرار تھا کہ ہم سب چند دنوں کے لئے اس کے پاس رہنے آجائیں۔ میں، کاروباری مصروفیات کی بدولت نہ جاپایا۔ مگر اہل خانہ چلے گئے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ چلنا محال تھا۔ اور گھر پر کوئی بھی نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے بیڈ روم سے نکل کر لاؤنج میں آیا۔ یہ دونوں بیسمنٹ میں ہی ہیں۔ صوفہ پر بیٹھ کر دوبارہ چوٹ کو دیکھا۔ تو حیرت زدہ رہ گیا۔ سوچن اتنی زیادہ تھی کہ یقین نہیں آتا تھا۔ درد اور خون کا منجمد ہونا ساتھ شامل تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ جب چل نہیں سکتا تو ہسپتال تک کیسے پہنچا جائے۔ اور وہاں بھی کیا ہوگا۔ ایمرجنسی میں ڈیوٹی ڈاکٹر بھی نا تجربہ کار ہی سے ہوتے ہیں۔ نجی ہسپتال کی بات عرض کر رہا ہوں۔ سرکاری ہسپتال کی ایمرجنسی آج بھی پرائیویٹ شعبے سے قدرے بہتر ہے۔ بحیثیت ڈاکٹر عرض کر رہا ہوں۔ لاہور بلکہ پنجاب کے سرکاری ہسپتالوں کی ایمرجنسی پر مختلف حکومتوں نے خاص الخاص توجہ دی ہے۔ لاہور میں آج بھی دل کے دورے کا جتنا بہترین علاج پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں ہوتا ہے۔ بڑے سے بڑے نجی ہسپتال میں ممکن نہیں۔ بالکل اسی طرح میوہسپتال کی ایمرجنسی بھی بہت فعال ہے اور وہاں بہت مختصر سٹاف موجود ہوتا ہے۔ مگر مسئلہ تو یہ بھی تھا کہ جہاں میں آجکل رہ رہا ہوں۔ وہاں نزدیک کوئی بھی حکومت کا ہسپتال موجود نہیں ہے۔ خیر، پہلے دن دوائیاں خود ہی میڈیکل سٹور سے منگوائیں۔ میڈیکل سٹور سے فون پر دوائیاں منگوانے کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔

یہاں یہ بات ضرور کرنا چاہوں گا۔ کہ ڈاکٹر بحیثیت مریض سب سے زیادہ مشکل انسان ہوتا ہے۔ اسے اپنی چوٹ یا مرض کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مگر بات یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ دراصل ہر ڈاکٹر کو اپنے مرض کی Complications کا بھرپور طریقے سے ادراک ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چوٹ یا مرض آگے بڑھ کر کیا رخ اختیار کر سکتا ہے۔ اور یہی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اگر آپ کو ادراک نہ ہو کہ مرض بگڑ کر کیا رنگ اختیار کر سکتا ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں۔ مگر ڈاکٹر کی حیثیت سے یہ معلومات سوہان روح بن جاتی ہیں۔ آپ کو وہم ہو جاتا ہے کہ ہونہ ہو، کوئی نہ کوئی مشکل اس چوٹ کے ساتھ ضرور وارد ہوگی۔ خیر میں نے اپنے چھوٹے بیٹے حمزہ حیات کو فون کیا۔ وہ میرے گھر کے سیکنڈ فلور پر رہتا ہے۔ امریکہ کی نیویارک یونیورسٹی سے قانون پڑھ کر واپس اپنے ملک میں آیا ہے۔ اور اپنی عمر اور تجربہ کے حساب سے بہت اچھی پریکٹس کر رہا ہے۔ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں اپنی تکلیف تو برداشت کر سکتا ہوں۔ پر اولاد کو پریشان دیکھنا حقیقت میں میرے بس کی بات نہیں۔ درد کم کرنے کی دوائیوں سے علاج شروع کیا۔ اتنی دیر میں حمزہ بھی پہنچ گیا۔ میں نے اسے صرف یہ بتایا کہ مجھے گھٹنے پر چوٹ لگی ہے۔ مگر اس کی شدت کتنی ہے۔ اس کی بابت خصوصاً کچھ نہ بتایا۔ حمزہ کہنے لگا کہ آپ فوری طور پر ڈاکٹر کے پاس جائیں۔ مشورہ تو درست تھا۔ مگر مجھے معلوم تھا کہ ایکس رے کے بغیر کسی بھی ایچے سرجن کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر جب چل ہی نہیں سکتا تھا تو ایکس رے سنفر تک کیسے پہنچا جائے۔ چنانچہ دو تین دن میں صرف درد کی شدت کم کرنے کی دوائیاں کھاتا رہا۔ ان سے یہ وقتی فائدہ تو ہوا۔ کہ درد کافی حد تک کم ہو گیا۔ مگر چلنے میں دشواری بدستور تھی۔ خیر، ٹھیک تین دن بعد ایکس رے کروانے کے قابل ہوا۔ ایکس رے سے کم از کم یہ تسلی تو ہوگئی کہ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی۔ مگر پٹھے اور Ligaments کے متعلق بالکل اندازہ نہیں ہو پایا۔ یہ صرف ایم آر آئی ہی سے ممکن ہے۔

خیر ایکس رے رپورٹ لے کر ڈاکٹر وقار فاروقی کے پاس گیا۔ جو ایک بہترین آرتھوپدک سرجن ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ایک نایاب اور عمدہ انسان ہے۔ وہ جس خوشدلی سے اپنے مریضوں کو دیکھتا ہے۔ وہ غضب ڈاکٹروں میں کم سے کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہ بھی بتانا چلوں کہ وقار فاروقی میرا کلاس فیلو بھی ہے۔ وقار نے جب گھٹنہ دیکھا تو اس نے پہلا فقرہ یہ کہا۔ کہ منظر بہت ٹھیک ٹھاک چوٹ آئی ہے۔ اس نے حد درجہ مہارت سے پوری ٹانگ چیک کی۔ اور کہا کہ پورا گھٹنا زخمی ہے۔ اس پر یا تو پلستر کرنا پڑے گا۔ جو ایک حد درجہ تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ گھٹنے کو Immobile کر دیا جائے۔ اس کے لئے میڈیکل سٹور سے ایک پیڈ ملتا ہے۔ خیر میں نے پلستر نہیں کروایا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ ڈاکٹر وقار فاروقی نے کیا ہی نہیں۔ خیر اب پیڈ لگا کر صوفے پر لیٹ گیا۔ مگر جب پیڈ باندھتا تھا۔ تو گھٹنے کی تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ گھٹنے سے تھوڑا سا اوپر خون منجمد ہو چکا تھا۔ اور جب اس پر کوئی بھی چیز لگتی تھی تو شدت کی تکلیف ہوتی تھی۔ خیر دو ہفتے صوفے پر لیٹا رہا۔ رات کو پیڈ اتار لیتا تھا۔ ڈھائی سے تین ہفتوں میں جلد اپنے فطری رنگ میں آگئی۔ سوچن بھی کم ہوگئی۔ مگر چلنے پھرنے میں تکلیف تھی۔ اور آج بھی ہے۔ دوبارہ ڈاکٹر وقار سے مشورہ کیا۔ تو اس نے Heating Pad لگانے کی تجویز دی۔ میرے پاس ہٹنگ پیڈ موجود تھا۔ چنانچہ دن میں تین چار دفعہ تقریباً ایک گھنٹہ گھٹنے پر حدت پہنچانا شروع کیا۔ اس سے کافی فرق پڑا۔ جب گھٹنے کو گرمائش پہنچ جاتی تھی۔ تو چلنا پھرنا آسان ہو جاتا تھا۔ درد کی شدت میں بھی کمی آ جاتی تھی۔ مگر دو چار گھنٹے بعد تھوڑی سی تکلیف دوبارہ عود کرتی تھی۔ مگر اب آہستہ آہستہ تمام دوائیاں چھوڑ چکا ہوں۔ منجمد خون کا ابھار بھی قدرے کم ہو چکا ہے۔ سیڑھیاں بھی آہستہ آہستہ چڑھ لیتا ہوں۔ بحیثیت ڈاکٹر، علم ہے کہ اس چوٹ کو نارمل ہونے میں کم از کم پانچ سے چھ ماہ لگیں گے۔ اب گاڑی بھی چلا سکتا ہوں۔ پر بہت زیادہ محتاط ہوں۔ دن میں دو چار بار ہیٹنگ پیڈ ضرور استعمال کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آہستہ آہستہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہمارے نجی شعبے میں ایچے اور قابل ڈاکٹر تک پہنچنا مرض کے آدھے علاج کے برابر ہے۔ خدا نخواستہ اگر آپ بد قسمتی سے کسی غیر سنجیدہ معالج کے ہتھے چڑھ گئے۔ تو یقین مانیں کہ مرض کا ٹھیک ہونا تو دور کی بات مختلف حیلے بہانوں سے آپ کے مالی معاملات بھی دگرگوں ہو جائیں گے۔

اپنی اس چوٹ کا ذکر بہت ہی کم لوگوں سے کیا۔ اس پورے مسئلہ میں حمزہ نے میری بڑی مدد کی۔ کہیں سے ایک چھٹری بھی لے آیا۔ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک دن چلنے کے لئے مدد کی ضرورت پڑے گی۔ بہر حال دو ہفتے تو چھٹری کے سہارے ہی چلتا رہا۔ اس کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ اب دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر اب یہ سب کچھ لکھنے کو اس لئے دل چاہا کہ ہم لوگ اپنی صحت پر زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ ہر امر کو ایک روٹین میں سمجھتے ہیں۔ بغیر سہارے کے چلنے پھرنے کو بھی ہم ایک معمول سا گردانتے ہیں۔ مگر جب اس روٹین میں کوئی خلل آتا ہے تو پھر معلوم پڑتا ہے کہ صحت اور انسانی جسم کی ہر طرح سے تندرستی کتنی اہم چیز ہے۔ اس کا کوئی نعم البدل موجود ہی نہیں ہے۔ ذرا سوچیے! آپ کے پاس دنیا کی ہر آسائش موجود ہوں۔ مگر آپ چل پھر نہ سکیں، تو کیا محسوس ہوگا؟ صرف گزارش کر سکتا ہوں۔ کہ اپنی صحت کو قطعاً معمولی حیثیت سے نہ دیکھیں۔ اپنے آپ کی قدر کیجئے۔ ورنہ ایک چوٹ اس طرح اپنا بچ بنا سکتی ہے کہ آپ صرف اور صرف دوا اور دعا کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال سے ہر قیمت پر بچئے۔ کیونکہ صرف ایک چوٹ آپ کی زندگی ہمیشہ کے لئے بدل سکتی ہے؟